اسلام اور ماحولیاتی بحران

سید حسین نصر

یہ مضمون بنیادی طور پر دورِ جدید کے ماحولیاتی بحران پر اسلامی نقطہ نظر سے متعلق ہے۔ مغربی تہذیب کا غیر مذہبی اندازِ نظر اسلام کے نظریہ فطرت و کائنات سے یکسر مختلف ہے۔ اسلامی فلسفہ فطرت (world-view) کو حوالہ بناتے ہوئے مصنف پہلے قران میں بیان ماحول اور اس کے اجزائے تشکیلی کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ چنانچہ فطرتی مظاہر بشمول انسان کائنات کے قرانی الہام میں شامل ہونے کے گواہ ہیں۔ اسی طرح مظاہرِ کائنات اور کیفیاتِ روح آیات اللہ ہیں۔ بحوالہ ماحول مصنف ذکر کرتا ہے کہ جیسے "خدا کائنات میں موجود ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے اسی طرح وہ فطرتی ماحول کا بھی محیطِ اعظم ہے اور جدید ماحولیاتی بحران خدا کو جوہرِ فطرت ماننے سے انکار کا نتیجہ ہے۔ اس بحران میں خلافہ (خلیفہ) کے کردار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنف اس بات پر زور دیتا ہے جب انسان بطور خلیفہ اپنی ارضی فرائض منصبی کے تصورِ 'عبداللہ' سے غفلت برتتا ہے تو زمین کے فطری ماحول کے لیے خود انسان بطور خلیفۃ اللہ فی الارض سے زیادہ خطرناک کوئی نہیں۔ اسلام میں انسان اور کائنات ایک وحدت' ہم آہنگی اور باہمی تکمیل کی حالت میں ہیں جہاں آبِ رواں کو آلودہ ہونے سے بچانا' درخت لگانا اور جانوروں کے ساتھ شفقت اور رحم لی سے پیش آنا غرباء کو کھانا کھلانے جیسا عملِ خیر ہے۔ اس بحران سے اسلامی طرز سے نمٹنے کے لیے مصنف عملی اقدامات تجویز کرتے ہوئے توجہ دلاتے ہیں کہ اولاً قدرت کے فطری نظم وضبط سے متعلق اسلامی حکمت کو عہدِ عصر کی اسلوب وزبان میں تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ ثانیاً فطری ماحول کے ساتھ سلوک کی اخلاقی قدر سے متعلق شریعہ کی تعلیمات سے آگاہی کو زیادہ سے زیادہ عوام الناس تک پہنچانے اور شرعی تعلیمات کی روشنی میں قدرتی ماحول کے خیال رکھنے اور اس کی حفاظت کرنے سے متعلق قوانین کا اجراء کرنا ضروری قرار دیتے ہیں۔

☆ سید حسین نصر ایرانی فلسفی' ماہر دینیات اور اسلامی سکالر ہیں۔ آپ جارج واشنگٹن یونیورسٹی' واشنگٹن ڈی۔ سی امریکہ میں اسلامک سٹڈیز کے پروفیسر ہیں۔

☆☆ سید حسین نصر کے اس شہرہ آفاق آرٹیکل کا ترجمہ محمد آصف رضا' اسسٹنٹ پروفیسر (فلاسفی) گورنمنٹ گریجوایٹ تعلیم الاسلام کالج چناب نگر ڈسٹرکٹ چینوٹ نے کیا ہے۔

''اے اللہ! ہمیں اشیاء کی حقیقت کا علم عطا فرما۔''

جب کوئی آج کی اسلامی دنیا کو دیکھتا ہے تو اسے قاہرہ اور تہران کی ہوائی آلودگی سے یمن کے پہاڑوں کی بُردگی سے بنگلہ دیش اور ملائیشیا کے بہت سے علاقوں میں جنگلات کے کٹاؤ تک تقریباً ہر ملک میں ماحولیاتی بحران کے تباہی مچانے والے آثار نظر آتے ہیں۔ جہاں تک ماحولیاتی مسئلے کی سنگینی کا تعلق ہے یہ مسئلہ اسلامی دنیا میں جس شدت کے ساتھ تقریباً ہر جگہ پر خاص کر شہری علاقوں میں اور بہت سے دیہی علاقوں میں بھی موجود ہے تو اس بحران میں اسلامی دنیا کو دیگر عالمی دنیا کے بہت سے علاقوں سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی اس صورتِ حال کا بہت سطحی مطالعہ کرے تو وہ دعوی کر سکتا ہے کہ موجودہ صورتِ حال کی روشنی میں کہ اسلامی نظریہ فطرت اور جدید مغرب میں فرق نہیں ہے جس نے پہلی دفعہ پوری بنی نوع انسان کو اس بحران میں دھکیلا ہے۔ لیکن اس مسئلے کا گہری نظر سے مطالعہ ہم پر یہ ظاہر کرے گا کہ ماحولیات سے متعلق اسلام مغرب میں پچھلی چند صدیوں سے رائج نظریہ فطرت سے بالکل مختلف نقطہ نظر رکھتا ہے۔ اگر اسلام کا نقطہ نظر کسی حد تک نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے تو اس کی وجہ اٹھارویں صدی سے مغربی تہذیب کی اسلامی تہذیب پر جاری تباہ کن یلغار ہے جس کا سبب بہت سے اندرونی اور بیرونی عناصر ہے اگرچہ اسلام بطور مذہب توانا' نمو پذیر اور مضبوطی سے قائم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کی اسلامی دنیا مکمل طور اسلامی نہیں ہے اور جو بہت سا اسلامی نظر آتا ہے وہ مغرب کے ثقافتی' سائنسی اور فنی تصورات اور ان کے عملی اطلاق کی تقلید کے پردے میں چھپا ہوتا ہے جسے پچھلے ڈیڑھ صدی میں مسلمانوں نے کمال کی حد تک یا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ عدم کمال کی حد تک نقل کیا ہے۔ فطری ماحول کی طرف جس طرح جاپان میں بدھ مت اور چین میں تاؤمت کا رویہ آشکار ہوا ہے ویسے اسلامی رویہ اس طرح سے واضح طور پر آشکار نہیں ہوا ہے۔ یہ سب اِن خطوں میں فطرت پر قوت اور تسلط برپا کرنے والی سیکولر سائنس کی یلغار اور ایسی ٹیکنالوجی جو فطرت کی قوتوں میں کسی توازن کے پرواہ کیے بغیر فطری دنیا کو نگلتی جا رہی ہے کا نتیجہ ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی جس کا ماخذ مغرب ہے اب تقریباً عالمی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔

اس صورتِ حال کے باوجود تاہم اسلام ابھی بھی ایک قوی مذہبی اور روحانی قوت کے طور پر قائم دائم ہے اور اس کا نظریہ فطرت وقدرتی ماحول ابھی بھی اس کے وراثین خاص کر کم ترقی یافتہ خطوں میں رہنے والے اور فطرت کی جانب گہرے رویے رکھنے والوں کے ذہن اور روح پر غالب ہے۔ فطرت کے روایتی نقطہ نظر کی اس بقا کا اثر اسلامی معاشرے کی مشینی احکام کی مکمل اطاعت قبول کرنے کے خلاف مزاحمت کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے اس کے باوجود کہ اُس دنیا کے حکمرانوں نے مغربی ٹیکنالوجی کو جتنا ممکن ہو سکے متعارف کرانے کی کوششوں کی ہیں۔

اس لیے یہ نقطۂ نظر عالمی مسلہ ماحول کو مدِنظر رکھتے ہوئے نہ صرف اس کی وہبی قدر کی وجہ سے بلکہ مسلمانوں پر اس کے مسلسل اثر کے وجہ سے بھی اہم ہے جو دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔

فطری ماحول کا اسلامی نظریہ خود مغرب کے لیے مزید اہمیت اختیار کر گیا ہے جب سے اسلام نسلی اعتبار سے مغرب کے ساتھ ابراہیمی مذہب میں ساجھے دار ہے اور یونانی ثقافت نے مغربی اور اسلامی سائنسی علم کی تاریخ میں اول الذکر میں زیادہ تر ثانی الذکر کی عاملیت کے ذریعے ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسلام کا نظریہ فطرت آج مغربی دنیا میں بالعموم کھو جانے والے ایک تناظر کے حوالے سے بہت اہم تنبیہ و تاکید کرتا ہے کہ یہ کائنات فطرت کے مقدس وصف پر مبنی ہے جسے ابرہیم علیہ سلام کے خدائے واحد نے تخلیق اور قائم و دائم رکھا ہوا ہے جس کے آگے یہودی اور عیسائی نماز میں جھکتے ہیں۔

ہر دیگر چیز کی طرح ہے جو اسلامی ہے فطری ماحول اور فطری آرڈر (نظم وضبط) کو بیان کرنے والے اسلامی نقطۂ نظر کا ماخذ بھی قران ہے جو کلام اللہ ہے اور اسلام کی مرکزی تجلی باری تعالی 1 ہے۔ ان معنوں میں درسِ قران خدا کے انسان کو دیے گئے اصل پیغام کی طرف لوٹنا ہے۔ انسان (مرد و زن) کی باطنی فطرت کی جو اصل ہے یہ اسے مخاطب کرتا ہے؛ پس اسلام دین اولی و اولین (الدین الحنیف) 2 ہے۔ اولین الہامی کتاب کے طور پر قران نہ صرف مرد اور عورت کو بلکہ ساری کائنات کو مخاطب کرتا ہے۔ اس اعتبار سے فطرت قران کے الہام میں حصے دار ہے۔ بے شک قران کی بہت سی آیات انسان اور کائناتی مظاہر کے بارے میں بیان کرتیں ہیں وہاں خدا اپنی تخلیق کے غیر انسانی ارکان جیسے پودے اور جانور، سورج اور ستاروں کو بھی بہت سی آیات میں گواہ بناتے ہیں۔ قران نہ فطری اور فوق الفطری میں اور نہ ہی عالم انسان اور عالمِ فطرت میں کوئی واضح حد بندی کرتا ہے۔ قران جس روح کے نمو پانے اور قائم و دائم رکھنے کی تلقین کرتا ہے وہ عالمِ فطرت کو اپنا دشمن شمار نہیں کرتی جسے فتح کر کے مغلوب کرنا مطلوب ہے بلکہ انسان عالمِ فطرت کو اپنے عالمِ دین میں جزِ ولازم کے طور پر اور ایک معنی میں تو حتی کہ اپنی منزل مقصود کے طور اپنی دنیاوی زندگی میں شامل کرتا ہے۔

قران کی کائناتی جہت کو بہت سے مسلمان ولی اللہ اور حکماء نے صدیوں سے تفصیل سے بیان کیا ہے جنہوں نے تحریری اور تدوینی

انسانی فلسفہ فطرت سے متعلق دیکھیں:

1.S.H.Nasr, An Introduction to Islamic Cosmological Doctrines, (London 1978)idem., Islamic Life and Thought. (Albany (NY) 1981), especially Chapter 19

اسلام بطور اولین مذہب کے تصور کے طور پر دیکھیں:

2.F. Schuon, Understanding Islam, trans. D.M.Matheson, (London, 1979); and S.H. Nasr, Ideals and realities of Islam, (London, 1989)

اسلام دینِ فطرت بھی کہلاتا ہے جس کا مطلب ہے کہ مذہب چیزوں کے فطرت اور انسان کے اولین اور دائمی جوہر میں جڑا ہو کندہ ہے۔

قران (القران التدوین) 3 کو مکمل کرتے ہوئے کائنات یا وجودیاتی قران (القران التکوینی) کو ایک امتیازی صورت کے طور پر حوالہ کیا۔ وہ ہر مخلوق کے چہرے کو کائناتی قران کے صفحات کے حروف اور الفاظ کے طور پر دیکھتے ہیں جسے ایک صوفی یا ولی پڑھ سکتا ہے۔ وہ اس حقیقت سے مکمل طور پر آگاہ ہیں کہ قران مظاہر فطرت اور انسان کی روح میں برپا ہونے والی کیفیات اور واردات کا کرتے ہوئے انہیں آیات (لغوی معنوں میں علامتیں اور نشانیوں) سے منسوب کرتا ہے۔ آیات بطور قرانی اصطلاح قران 4 کی آیات کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ وہ کائناتی 'کتاب' اس کی آیات اور ابواب کا مطالعہ کرتے ہیں اور مظاہر فطرت کو کائناتی کتاب کے مصنف کی نشانیوں کے طور پر دیکھتے ہیں۔ ان کے لے عالم فطرت کی اشکال حقیقی معنی میں اللہ کی نشانیاں ہیں' (vestigie dei) ایک تصور جو پہلے راویتی مغرب میں یقیناً جانا مانا جاتا تھا لیکن عقلیت پسندی کی آمد سے علامتیں ہوس پرست حقائق میں بدل گئیں اور اس سے پہلے کہ جدید مغرب کی شروعات سے پہلے جس نے فطرت پر مسلط سائنس کی تخلیق کی (vestigie dei) کے تصور سے عالم فطرت کی صورتوں پر غور و فکر سے حکمت اور نشاط حاصل ہوتی۔

قران بنیادی طور پر فطرت کی تجلی باری تعالی کے طور پر تصویر کشی کرتا ہے جو خدا کو چھپاتی ہے اور افشا بھی کرتی ہے۔ فطری صورتیں بہت سی مساجد ہیں جنہوں نے بہت سی خدائی صفات چھپا رکھی ہیں جبکہ وہی صفات اُن پر افشاں بھی ہوتیں ہیں جن کی باطنی آنکھ شہوت پرست اَنا سے اندھی نہیں ہو چکی اور جذبہ شوق سے سرشار روح کی طرف مائل بہ مرکز میلانات رکھتے ہیں۔

گہرائی میں سوچیں تو یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ اسلامی تناظر کے مطابق خدا بنیادی طور پر خود حتمی و آخری ماحولِ فطری ہے جو انسان کو گھیرے ہوئے ہے اور اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ حتی المقدور معنی خیز ہے کہ قران میں خدا کو محیط کل (المحیط) بیان کیا گیا ہے' جیسے کہ آیت میں ہے ''لیکن آسمانوں میں اور زمین میں ہر شے خدا سے منسوب ہے :اور خدا وہ ہے جو ہر شے کا احاطہ (محیط) کیے ہوئے ہے۔ سورت IV آیت (126)؛ اور محیط 5 کی اصطلاح کا مطلب ماحول بھی ہے۔ اصل میں انسان خدائی محیط میں ڈوبا ہوا ہے اور اپنی غفلت (غافلاہ) سے اس حقیقت سے بے خبر ہے جو روح کا اساسی گناہ ہے جسے یادِ ربانی (ذکر) سے قابو کیا جاسکتا ہے۔ خدا کو یاد کرنے سے مراد خدا کو ہر جگہ دیکھنا ہے اور اس کی حقیقت بطور المحیط کے تجربے سے گزرنا ہے۔ ماحولیاتی بحران کا سبب شاید انسان کا خدا کو اصل اور حقیقی ماحول کے طور پر دیکھنے سے انکار ہے جو انسان کو گھیرے رکھتا ہے اور اس کی زندگی کی پرورش کرتا ہے۔ ماحول کی تباہی جدید انسان کی فطری ماحول کو روحانی و ربانی ماحول سے الگ اور علیحدہ ہوئی حقیقت کے وجودیاتی طور پر خود مکتفی نظام کے طور پر دیکھنے کا نتیجہ ہے۔

----

3. see out " The cosmos anf the Natural order" in S.H.Nasr (ed.) Islamic Spirituality-Foundations , Vol. 19 of Worlf Spirituaity - An Encyclopedic History of The Religious Quest , (New York , 1987), pp.345 See also S.H. Nasr Ideals and Realities of Islam, pp. 53 ff.

4. See Nasr, An Introduction to Islamic Cosmological Doctrines, p. 6 ff.

5. See, W. Chittick, "God surrounds all things: an Isllamic perspective on Environment, "The World and I Vol.1, no. 6, June 1986, pp. 671-678

خدا کو 'المحیط' کے طور پر یاد رکھنا فطرت کے مقدس وصف سے آگاہ رہنا ہے۔ فطری مظاہر کی حقیقت خدا کی نشانیاں (آیات) ہیں اور قدرتی ماحول کی موجودگی اس حقیقت کے روحانی حضور کی ایک فضا کے طور پر ہے جو تنہا حتمی اور آخری ماحول ہے جس سے ہم صادر ہوئے ہیں اور جس کی طرف ہمیں لوٹ جانا ہے۔ قدرتی ماحول کا روایتی اسلامی نظریہ جو آج کا انسانی یا قدرتی ماحولیات کہلاتا ہے اور روحانی (ربانی) ماحول جو ان میں سرایت ہے اور انہیں قائم رکھے ہوئے ہے کے درمیان ایک لا ینحل اور مستقل تعلق پر مبنی ہے۔ قران بہت سی آیات میں عالمِ غیب اور عالمِ شہادت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ عالم شہادت حقیقت کا ایک خود مختار مرتبہ یا درجہ نہیں بلکہ نسبتاً وسیع اور زیادہ بڑے عالم کی تجلی ہے جو اس عالم سے ماوراء ہے جس سے یہ عالم صادر ہوا ہے۔ عالمِ شہادت ایسے ہے جیسے کوئی تاریک صحرائی رات میں اپنے خیمے گردوپیش میں جلتی آگ کا مشاہدہ کر سکے۔ مرئی بتدریج بے کراں غیر مرئی میں سمٹتا جاتا ہے جو اس کا احاطہ کرتا ہے اور جس کے لیے یہ حقیقت سے ہم آہنگ ماحول ہے۔ نہ صرف کہ غیر مرئی یا خفی محیطِ لا متناہی ہے جس کے مقابل مرئی یا ظاہر خاک کی چھینٹ کی مانند ہے مگر غیر مرئی خود مرئی میں سرایت کرتا ہے۔ یہ اسطرح سے ہے کہ ربانی ماحول یا روح عالمِ فطرت اور روایتی انسانیت میں نفوذ پذیر ہے' ان کی نشو ونما کرتا ہے اور انہیں قائم دائم رکھتا ہے ایک ہی وقت میں ماخذ (المبداء) اور حقیقتِ وجود یا درجہ تجلی کا اختتام (المعاد) 6 ہے۔ قران نے جس کا خاکہ کھینچا ہے اور پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے فرمودات (احادیث) اور معمولات (سنہ) نے جس کی پر زور تاکید کی فطرت کے اس نظریہ کے نتیجہ میں روایتی مسلمان ہمیشہ قدرتی ماحول اور فطرت سے محبت دل میں رکھتا ہے جو یہاں دنیا میں بہشتی حقائق کا آئینہ ہیں۔ یہ محبت نہ صرف کہ عربی' فارسی اور ترکی ادب میں ۔۔۔ سواہی سے ملایا تک کے دیگر اسلامی لوگوں کے ادب کی بات نہیں ۔۔۔ بلکہ اسلامی مذہبی فکر میں بھی منعکس ہوتی ہے۔ مغربی الہیات میں جو فطری اور فوق الفطری کہلاتا ہے اسلامی مذہبی فکر ان کے درمیان کوئی واضح تفریق نہیں کرتی۔ اسلامی فلسفیوں کی تخلیقات کے بہت سے صفحات پر فطرت سے محبت جھلکتی ہے لیکن اس کا ایک گہرا اور عالمگیر اظہار صوفیانہ شاعری میں پایا جاتا ہے۔ یہ فارسی کے شاعر سعدی تھے جنہوں شعر کا مضمون یوں بنایا:

'' میں کائنات سے خوش ہوں
کہ کائنات اپنی خوشی اُس (خدا) سے پاتی ہے۔
میں ساری دنیا سے پیار کرتا ہوں
کیونکہ دنیا اُس (خدا) سے منسوب ہے۔''

ایک اور صوفی تھے' اس دفعہ ترکی کے عظیم ترین لوک شاعر' یونس ایمر' جنہوں نے خدا کے مقدس نام کی بہتی ندیوں کی صدا میں مناجات سنی ہیں۔-----------

اس بات کی بہت اہمیت ہے کہ اسلامی بہشت عالم معدن کے قیمتی پتھروں سے تعمیر نہیں ہوئی بلکہ یہ پودوں اور جانوروں پر بھی مشتمل ہے۔ یقیناً بعد میں آنے والے اسلامی فلسفیوں جیسے صدر الدین شیرازی نے اپنے شاہکار 'الاصفر الاربۂ اور رسالہ فی الحشر میں کسی حد تک آدمی اور جانوروں کے حشر میں بیان کرتے ہیں۔

جو بہشتی حقائق کو یاد میں لاتے ہے اور وہ گاتے ہیں:

بہشت میں تمام دریا

اللہ اللہ کے لفظ سے بہتے ہیں

اور ہر پیارا بلبل

وہ گاتا ہے۔۔۔اور اللہ اللہ گاتا جاتا ہے۔

(ترجمہ: این میری شمل As through a veil نیویارک 1985 صفحہ نمبر 185)

مسلمان مفکرین اور صوفیا کرام نے فطرت کے ساتھ شدت 7 کے ساتھ محبت کی ہے کیونکہ وہ فطری دنیا کی تمام مخلوقات کی خدا سے مناجات کو سننے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔قران کے مطابق "کوئی نہیں ہے جو اُس (خدا) کی حمد وثناء کا دعوی نہ کرے" (XVII;44)

یہ حمد وثناء جو کہ تمام اشیاء کی دعا ہے انہیں کے وجود کا سرچشمہ ہے۔ بے رتبہ آدمی جو خدا کو بھول چکا ہے وہ اس عملِ غفلت کے نتیجہ میں ہر جا پھیلی ہوئی دعا سے بے بہرہ ہو چکا ہے۔اس کے برعکس ایک دانا یا ولی اللہ کی یاد (ذکر اللہ) میں رہتا ہے اور اس کے اثر وحاصل کے طور پر سورج کیطرف رخ پھیرتے پھولوں کی اور پہاڑوں سے دریا کی طرف اترتی ندیوں کی مناجات سنتا ہے۔اس کی دعائیں اصل میں درختوں اور پرندوں، پہاڑوں اور ستاروں کی دعاؤں کے ساتھ ایک ہو جاتیں ہیں۔اپنی صورتوں کے نہ صرف ظاہری پن پر غور کرتے ہوئے بلکہ انہیں تجلیات یا خدا کی نشانیاں شمار کرتے ہوئے مناجات میں وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے اور وہ اُس کے ساتھ دعا میں ہوتے ہیں۔ وہ احدِ باری تعالی کے ذکر میں توانا اور اپنی یادداشت میں قوی ہے۔فطرت اور اس کے مظاہر اپنی باری میں انسان سے ایک غیر مرئی روحانی نمو پاتے ہیں جو عالمِ روحانی سے صادر ہوتے ہوئے فیض تک قابل رسا ہے جو بہشت اور زمین کے درمیان ایک برزخ ہے اور ایک سرگرم رکن pontifex کے طور پر اپنا (مردوزن) کردار ادا کرتے ہے۔

فطرت کی جانب یہ متفکرانہ رویہ اور اس کے لیے محبت بے شک کچھ خاص لوگوں کے لیے اعلی سطح پر محفوظ ہے جنہوں نے انسان ہونے کی مکمل ممکنات کو اپنے ذاتی تجربات سے محسوس کیا ہے لیکن صدیوں سے یہ رویہ اسلامی معاشرے میں کلی طور پر رچ بس چکا ہے۔روایتی اسلامی معاشرہ فطرت سے اپنے مربوط اور خوش آہنگ تعلق کی وجہ سے مشہور ہے اور فطرت کے لیے محبت اس قدر ہے کہ اسلام کے بہت سے عیسائی ناقد مسلمانوں پر فطرت پرستی کا الزام لگاتے ہیں اور اسلام کو اس آن بان اور فضل سے محروم مذہب سمجھتے ہیں جو مرکزی دھارے کی عیسائی الٰہیات میں سختی سے فطرت سے الگ اور جدا ہے۔اسلام کی فطرت سے محبت جو خدا کی نشانیوں کے طور پر ظاہر ہوتی ہیں اور روحانی حضور سے حامل پذیر ہے اسے فطرت پرستی سے گڈمڈ نہیں کرنا چاہیے جیسے مغربی فلسفہ اور الٰہیات سمجھتی ہے۔

7.F. Meier, "The problem of Nature in the Esoteric Monism of Islam, in Spirit and Nature:Papers from the Eranos Yearbooks, trans. R. Mannhien. (Princeton, 1954), pp.203 ff; and Nasr Islamic Life and Thought, Chapter 19.

بحیرہ روم کی قدیم دنیا کی عقلیت پرستی اور کائنات پرستی سے مقابلے کے لیے مجبور عیسائیت جسے فطرت پسند کے طور پر پیش کیا گیا دونوں فطرت کی ناجائز پرستش کی یونانی اور رومن مذہب کی متوفی صورتوں ہیں اور شمالی یورپ کی رہنے والی گال (Celts) قوم کا فطرت کے لیے بہت مختلف تعلق اور جیسا پیار ہے وہ یورپ کو عیسائی بنانے کے عمل کے باوجود ایک حد تک بچ گیا کہ جسے کوئی فطرت سے محبت میں لکھی گئی ابتدائی آئرستانی نظموں اور بنجن کے ہلڈ گارڈ (Hildegard of Bingen) کی تخلیقات میں دیکھ سکتا ہے۔اب کسی کو کبھی بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ فطرت کے لیے اسلام کی محبت اور لگاؤ کا فطرت پرستی سے کوئی لینا دینا نہیں ہے جسے چرچ کے پادریوں نے کوسنے کی کوشش کی۔ بلکہ یہ آئرستانی راہبوں کی شاعری کے زیادہ قریب ہے اور علمِ ماحولیات کے سرپرست ولی بزرگ 'سینٹ فرانسس آف اسیسی' کے ذریعے سورج اور چاند کو مخاطب کرتی ہے۔یا شاید یہ کہنا چاہیے کہ جہاں تک فطرت سے محبت کا تعلق ہے یہ قرون وسطی کے تمام عظیم ولی بزرگوں میں سے وہ ہیں جو اسلامی تناظر کے قریب ترین ہیں۔کسی بھی صورت میں فطرت اور قدرتی ماحول سے اسلام کی محبت اور اس بیان پر زور دینا کہ فطرت خدا کی حکمت تک پہنچنے اور اسے پانے کا ذریعہ ہے جیسے کہ وہ (خدا) اپنی تخلیق میں ظاہر ہوا ہے کسی صورت بھی ماورائیت کی نفی کی طرف عملی یا اطلاقی اشارہ نہیں کرتا اور نہ ہی بنیادی حقائق کو نظر انداز کرتا ہے۔اس کے برعکس ایک اعلی سطح پر فطرت سے محبت کا تعلق قران کی اس آیت کو پوری طرح سمجھنے کا ذریعہ ہے' ''جس طرف بھی تم رخ پھیر و خدا کا چہرہ ہے''(II, 115)اس لیے اس کا مطلب خدا کا ہر جگہ دیکھنا اور روحانی ماحول سے مکمل آگاہ ہونا جو عالمِ فطرت اور انسان گردو پیش کو گھیرے ہوئے نفوذ پذیر ہے۔

فطرت اور ماحول سے متعلق اسلامی تعلیمات کو اسلام کے تصورِ انسان سے آگاہی کے بغیر پوری طرح نہیں سمجھا جا سکتا۔انسان جسے روایتی مذاہب میں ہمیشہ فطرت کے نگہبان کے طور پر دیکھا گیا ہے اب اس کا کردار بدل چکا ہے اور فطرت کا مسمار کنندہ بن چکا ہے۔جدید تہذیب کا شکریہ کہ انسان جو جنت سے اترا تھا اور جو مخلوقِ زمین کے ساتھ ہم آہنگی سے جیا' جس نے خود کو بلند ہونے والا سمجھا وہی اب اس زمیں کا سب سے جان لیوا شکار خور اور نابود بن گیا ہے۔اسلام انسان کو زمین پر خدا کا نمائندہ (الخلیفہ) شمار کرتا ہے اور قران صراحت کے ساتھ پرزور انداز میں بیان کرتا ہے' ''میں زمین پر ایک نائب (خلیفہ) بنا رہا ہوں۔'' (II-30)۔مزید یہ کہ خدا کی خدمتگاری (العبدیہ) نائب مہتمم ہونے کی اس خاصیت سے اور بھی مکمل ہوتی ہے۔انسان خدا کا خادم (عبداللہ) ہے اور ویسے ہی خدا کا فرمانبردار ہے۔بطور عبداللہ وہ خدا کے حکم کو خاموشی سے برلانے والا اور دنیا پر اوپر سے آنے والے اس کے فیض کا قبول کنندہ ہے۔خلیفتہ اللہ کے طور پر انسان کو لازمی طور پر اس دنیا میں فعال ہونا ہے' کائناتی ہم آہنگی کو قائم ودائم رکھنا ہے اور فیضِ ربانی کو پھیلانا ہے جس کے لیے وہ ارضی مرتبہ حقیقت میں مرکزی مخلوق کے طور پر ایک راستہ ہے۔

----

8. On the Islamic concept of man see G Eaten, "Man" in Islamic Spirituality - Foundations , Chapter 19; also Nasr , Knowledge and the Sacred , (Albany (NY), 1989), pp. 358-377

اسی طرح جیسے خدا دنیا کو قائم دائم رکھتا ہے اور اس کا خیال رکھتا ہے انسان اس (خدا) کے نائب کے طور اپنے ارد گرد کے ماحول کی نشو ونما کا خیال رکھتا ہے جس میں وہ مرکزی کردار ادا کرتا ہے۔ وہ عالمِ فطرت کے لیے فکرمند ہونے اور اس کی حفاظت کرنے کو اپنے عہد (الا مانہ) سے غداری کیے بغیر نظر انداز نہیں کر سکتا جسے اس نے عہدنامہ ازلی (المیثاق) میں خدا کی آقائیت کو شاہد بنا کر قبول کیا تھا جس کا قران نے معروف آیت میں حوالہ دیا ہے' ''کیا میں تمہارا آقا (خدا) نہیں؟ انہوں (یعنی ارکانِ انسانیت) نے کہا بیشک وہ سب گواہ ہیں۔''(VII;172)

انسان ہونا ذمہ داری سے آگاہ ہونا ہے جو کہ خدا کے نائب ہونے پر عائد ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ جب قران میں یہ بیان ہوا ہے کہ خدا نے'' فطرت کو انسان کے لیے مسخر (سخرہ) کیا ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے' ''کیا تم نہیں دیکھ چکے کہ کیسے خدا نے تم پر وہ سب مسخر کر دیا ہے جو زمین پر موجود ہے''(XXII;65) اس کا مطلب یہ نہیں کہ فطرت کی عمومی تسخیر جس کا بہت سے جدید مسلمان دعویٰ کرتے ہیں فطرت پر غلبہ پانے کی خواہش ہے جو انسان کو جدید سائنس عطا کرتی ہے۔ بلکہ اس کا مطلب اشیاءِ فطرت پر انسان کو فرمانروائی عطا کرنا ہے جسے صرف اس شرط پر عمل میں لانا ہے کہ جب وہ ہو بہو قوانین قدرت کے مطابق ہو کیونکہ وہ عالمِ ارضی پر خدا کا نائب منتظم ہے' اس لیے انسان کو عطا کی ہوئی طاقت صرف اور صرف خدا کی ہے اور خلافتِ ارضی اُس سے نہیں کیونکہ وہ پیدا ہوئی مخلوق ہے جو اس عالمِ زیست سے اپنے سفر کو طے کرتی اور لحظہ مرگ پر اپنے رب کی جانب لوٹ جاتی ہے۔

اس لیے فطری ماحول کے لیے انسانیت کا اس نائبِ ارضی کے نظم کو چلانے والی قوت کے استعمال سے زیادہ کچھ بھی خطرناک نہیں ہے جو اب خود کو خدا کے خادمِ' اس کے احکام وقوانین کی فرمانبرداری کرنے والی طاقت نہیں سمجھتی۔ زمین پر خلیفتہ اللہ سے زیادہ خطرناک مخلوق کوئی نہیں کہ انسان اب خود کو عبداللہ نہیں سمجھتا اور اب خود کو خود سے ماوراء ہستی کی حاکمیت کو ماننے والے کے طور پر نہیں دیکھتا۔ ایسی مخلوق جو تباہی کی قوت کا ملکہ رکھنے کے قابل ہے جو ان معنوں میں اصل میں شیطانی ہے کہ ''ابلیس بوزنہِ خداوند ہے؛ کیونکہ ایسی انسانی قسم آخر کار کچھ وقت کے لیے صحیح مگر حاکمیت کا خدا جیسا استعمال کرتی ہے لیکن زمیں پر تباہ کن تسلط اس وجہ سے ہے کہ یہ تسلط اس خیال وحفاظت سے عاری ہوتا ہے جو خدا اپنی مخلوقات کو دکھاتا ہے اور اس محبت سے خالی ہے جو کہ کائنات کی رگوں میں دوڑتا ہے۔

جیسا کہ روایتی طور پر اسلام نے واضح کیا کہ انسان کو اس حد تک قوت عطا کی گئی ہے کہ یکھا گیا ہے کہ بالآخر وہ زمین پر فساد اور بگاڑ کی وجہ بن رہا ہے جیسا کہ قران میں پیش خبری کی گئی۔ لیکن روایتی اسلامی تناظر میں معمول کے حالات میں یہ قوت محدود حد کے اندر رہی ہے ان ذمہ داریوں کی وجہ سے جو نہ صرف کہ انسان کی خدا' دیگر مرد و زن بلکہ تمام تخلیق کے لیے برداشت کرتا ہے۔ انسان کے فطری نظم وضبط اور ماحولیات سے متعلق مذہبی فرائض کو وسعت دینے اور پھیلانے میں روحانی قانون (الشریعہ) قطعی طور پر واضح ہے۔ سب کو نہ صرف غریب کو کھانے کے دینا ہے بلکہ بہتے پانی کو آلودگی سے بچانا ہے۔ نہ صرف کہ اپنے والدین کے لیے مہربان ہونا بلکہ پودوں' درختوں اور جانوروں کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی سے پیش آنا اللہ کی نظر میں پسندیدہ عمل ہے۔

فطرت کی مابعد الطبعیاتی اہمیت اور معنویت سے قطع نظر حتی کہ قانون شرعیہ میں انسان اور پورے عالمِ فطرت کے درمیان میں اسلام کا تخلیق کردہ ایک قریبی تعلق دیکھا جا سکتا ہے۔ اس نسبت سے کوئی دوسری صورت نہیں ہے کہ اسلامی وحی والہام کا اصل کردار انسان اور کائنات کے درمیان ایک وحدت، ہم آہنگی اور خوشنودی کو بحال کرنا، انسان کے دیگر مخلوقات سے ایک باطنی رشتے کی توثیق کرنا جو جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے قرانی الہام کو بڑے گہرے شعور اور احساس کے ساتھ انسان سے شئیر کرتا ہے۔

آج کل انسانی حقوق کی بہت بات ہوتی ہے یہاں بنیادی سچ کا ذکر کرنا ضروری ہے کہ انسانی تناظر کے مطابق فرائض حقوق سے پہلے آتے ہیں۔ خدا سے خود مختار ہو کر انسان کے اپنے کوئی حقوق نہیں ہیں چاہے یہ حقوق فطرت پر یا خود انسان پر ہوں کہ انسان خود اپنی ہستی کا خالق نہیں۔ انسان اصل میں تو عدم سے کچھ بھی پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اَمرِ کُن سے وجود کو نور عطا کرنے کی تخلیقی صلاحیت (fiat lux) صرف اور صرف خدا سے منسوب ہے۔ انسان جن حقوق کا مالک ہے وہ اسے خدا کے ساتھ ہونیوالے ازلی میثاق کو قبول کرنے کے اور زمین پر خدا کے نائب اور خلیفہ کے طور پر اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے نتیجے میں خدا کی طرف سے عطا ہوئے ہیں۔

انسان کی طرف اسلام کا رویہ یہودی اور عیسائی روایت سے بہت مختلف نہیں ہے اگر چہ انسان دوستی پر مبنی فلسفہ حیات کی قرونِ وسطی کے بعد نمودار ہونے والی مختلف صورتوں سے امتیازی اختلافات ہیں جسکی یلغار کو روکنے میں مغرب میں بعد میں آنے والی مذہبی فکر بتدریج نا کام رہی۔ اسلام صرف خدا کو ایک مطلق ہستی کے طور پر دیکھتا ہے۔ اسلام میں شہادت (لا الہ الا اللہ) کے بہت میں سے ایک معنی ہیں کہ اس قادرِ مطلق کے سوا کوئی مطلق نہیں۔ انسان کو مخلوق کے طور پر دیکھا گیا ہے جو صفاتِ خدائی کی حامل ہستی ہے کے طور پر اسمائے الہی اور صفاتِ الہی کی بلاواسطہ اور نمایاں عکاسی کرتا ہے لیکن خاص طور پر اپنی ناپائیدار اور عارضی ارضی حالت میں وہ (انسان) خود میں مطلق نہیں ہے۔ اصل میں انسان جتنی بھی مثبت خوبیوں کا مالک ہے وہ خدا کی عطا ہیں۔ اسی وجہ سے قران میں اس بات کو زور دیکر کہا گیا ہے کہ ''خدا امیر اور تم عاجز ہو'' (XLVII;38)۔ انسان کی اعلی ترین عظمت اس عاجزی کے شعور وفہم میں ہے کہ جس کے ذریعے وہ تنِ تنہا خدائے مطلق تک پہنچ جانے کے قابل ہے۔

اس کے برخلاف نشاطِ ثانیہ میں انسان دوستی کے فلسفہ حیات کی آمد سے مغربی تہذیب نے ارضی انسان کو مطلق اور کامل اجارہ داری کا حامل بنادیا۔ اس کے ذریعے انسان کو اپنے مرکز سے محروم کرتے ہوئے ایک متغیر اور لامرکز فن وثقافت پیدا کرتے ہوئے مغربی فلسفہ انسان دوستی مطلقیت 9 کے وصف سے بنی لامرکزیت والی انسانیت جس کی خواہش کی گئی عطا کر چکا ہے۔ یہ خالصتاً ارضی انسان ہے جو فلسفہ عقلیت پسندی اور انسان دوستی سے تعریف شدہ ہے جس نے فطرت پر غلبے اور تسلط پر مبنی 17 صدی کی سائنس کو نمو اور ترقی دی جو فطرت کو اپنے حریف کے طور پر دیکھتا ہے اور اس انسان کے حقوق کے نام پر فطری ماحول کے ساتھ مسلسل زیاتی کرتے ہوئے اسے تباہ کرتا ہے جسے وہ مطلق سمجھتا ہے۔

----

9. See. F. Schuon , Having a center, (Bloomington (Ind.), 1990), pp. 160 ff.

یہ مطلقاً اجارہ دار بنا ہوا بندہ خاکی ہے جو فوری معاشی خوشحالی کے نام پر انسان کی آئندہ نسلوں اور اس دنیا کی دیگر مخلوقات کے لیے ایسے اعمال کے نتائج کے بارے میں ایک لمحہ سوچے بغیر وسیع جنگلات کو تباہ کرتا ہے۔ ایسا انسان ایسی مخلوق ہے جو اپنی ارضی زندگی کے لیے قائم بالذات یا خودمختار بن کر اسے ہر قیمت پر طول دینے کے لیے ایک دوا بنانے کی کوشش کرتا ہے جو انسانوں کی بیش آبادی کے ذریعے ماحولیاتی توازن کی تباہی کے معجزات اور دہشت دونوں کو پیدا کرتی ہے۔ ایسی انسانیت جس پر نہ خدا نہ ہی فطرت کا حق ہے جو خود کو مطلق کے طور پر دیکھتی ہے حتی کہ جب ایک معمولی سی کہکشاں کے دائرہ میں ایک چھوٹے سے سیارے کے ایک معمولی شاہد کے طور پر انسان کے بارے میں بات کی جاتی ہے جیسے اگر اس قسم کی تمام دکھاوے کی عاجزی ارضی انسان کی عقلی طاقتوں اور حسی تجربات کی مطلقیت پر مبنی نہیں تھی۔

اب اسلام اس مطلقیت کے خلاف مضبوطی سے کھڑا ہو چکا ہے جسے پرومیتھین (Promethran) اور دیوپیکر طیطانی (Titanic) انسان کہنا چاہیے۔ اسلام نے خدا اور اس کی مخلوق کی لاگت پر کبھی بھی انسان کو اپنی تعریف وثنا کی اجازت نہیں دی۔ روایتی مسلم احساسات کے لیے نشاطِ ثانیہ کے دیوپیکر فن سے زیادہ تکلیف دہ کچھ نہیں جو عالمِ معری کے خلاف انسان کی بغاوت کے طور پر تخلیق کیا گیا۔ اگر جدید سائنس اور اس کی تہذیب کے ساتھ جس نے خود کو زمین پر غلبے کا مطلق حق دیا اور ابھی دیتی ہے اور حتی کہ اسلامی دنیا میں ہشتیں وجود میں نہیں آئیں یہ ریاضیاتی اور فلکیاتی علم کی کمی کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یہ اس وجہ سے تھا کہ اسلامی تناظر ارضی انسان کی عظمت یا فطرت کی مکمل لادینیت کے امکان سے استثناء کیا۔ اسلام کی نظر میں صرف مطلق ہی خدائے مطلق ہے۔

انسان اور ماحول کے تعلق پر اس تناظر کا نتیجہ بہت زیادہ ہے۔ روایتی اسلامی دنیا میں جب انسان مطلقیت کی حالت میں کبھی نہیں تھا خدا اور اس کی ساری مخلوقات کے حقوق سے مکمل غفلت میں انسان کے حقوق کبھی بھی مطلق نہیں رہے تھے۔ روایتی مسلمان یا کسی حد تک عیسائی کی برخلاف جدید مغربی انسان کسی کے لیے یا کسی شے کے لیے خود کو ذمہ دار نہیں سمجھتا۔ نہ ہی جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے وہ (مردوزن) کس انسان سے پرے کسی بھی دیگر وجود کے لیے خود کو ذمہ دار محسوس کرتا ہے۔ اس کے برعکس روایتی مسلمان (homo-islamicus) ہمیشہ سے حقوقِ خداوندی اور دیگر کے حقوق جس میں غیر انسانی عالم شامل ہے سے آگاہی کے ساتھ جیا ہے۔ وہ خدا اور اس کی مخلوقات کے حوالے سے آگاہ رہا رہ چکا ہے۔ اسلام نے عقل پسند رہتے ہوئے ہمیشہ سے عقلیت پرستی مقدس' فطری آرڈر میں نفوذ پذیر متبرک صفات سے آگاہ ہوتے ہوئے فطرت پرستی اور انسان اور اس کے انتہائی حد کے فہم وشعور سے منسوب رہتے ہوئے انسان پرستی کی سختی سے مخالفت کی ہے۔ مزید یہ کہ ان رویوں نے اسلام کے فطرت اور فطری ماحول کی طرف رجحان کو خاص طور پر مغرب کی جانب سے اسلامی دنیا پر غلبے کے ظہور پذیر ہونے تک بہت زیادہ متاثر کیا۔

مغرب میں آج بہت سے سیکولر ذہن رکھنے والے لوگ جسے یہود و نصاری کی روایت کہتے ہیں اور کہیں اور نہیں مگر اسلام بھی اس مذکورہ سیاق وسباق میں شامل ہے کو اس حقیقت کو فراموش کرتے ہوئے ماحولیاتی بحران کے لیے الزام دیتے ہیں کہ نہ عیسائی آرمینیا اور ایتھوپیا نہ ہی حتی کہ عیسائی مشرقی یورپ نے سائنس وٹیکنالوجی کا موجب بنا بلکہ اس نے سیکولر انسان کے ہاتھوں کرہ ارض کی تباہی کی طرف رہنمائی کی ہے جس میں دیگر عوامل بھی شامل ہیں۔مزید یہ کہ سب سے پہلے یہ یاد رکھنا لازمی ہے کہ اگر کوئی یہودیت اور عیسائیت کی نہیں بلکہ یہودو عیسائی روایت کی بات کرنا پسند کرتا ہے تو اسے یہودو عیسائی و اسلامی روایت بولنا چاہیے جو اس طرح مذاہب کے ابراہیمی خاندان کے تین ارکان پر مشتمل ہو گی۔ دوسری بات کہ یہ لازمی یاد رکھیں ابراہیمی خاندان کے مذاہب میں سے ہر ایک کا اپنا مخصوص اعتقادی اور الہیاتی تاکیدی بیان اور روحانی خط وخال ہیں۔ جہاں تک فطرت کی روحانی اور مابعد الطبیعاتی اہمیت کا تعلق ہے اسلام نے اس پر مغربی عیسائیت کی مرکزی دینیاتی روایت سے نسبتاً زیادہ زور دیا ہے اور فطرت سے متعلق تعلیمات کو ہمیشہ تاکید کے ساتھ یہاں تک کہ موجودہ دن تک محفوظ کیا ہے جو یا تو مغرب کی مذہبی فکر میں مرکز سے دور حاشیے پر ہیں یا بھلائی جا چکی ہیں۔تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہودیت یا عیسائیت خود ماحولیاتی بحران کی ذمہ دار ہیں۔مزید براں کہ اس بحران کو غیر اہم سمجھنے کو کائنات کے غیر مذہبی نقطہ نظر کی مشروط قبولیت سے ملا کر دیکھنے سے اور یہاں تک کہ اس بحران سے چشم پوشی کا تعلق ہے اگر غیر مذہبی انسان کی طرف سے یہ فطرت کی آبروریزی کے عمل کی مکمل طور پر منظوری نہیں تو اور کیا ہے جو گزشتہ پانچ صدیوں سے انسان پسندی' عقلیت پرستی اور لادینیت سے عیسائیت کی کشمکش کا نتیجہ ہے اگرچہ احیائے علوم الدین کے زمانے سے پہلے سے ہی مغربی عیسائیت اپنی مرکزی الہیات میں فطرت کے روحانی پہلو پر زور دینے میں ناکام رہی۔اس رضامندی کے نتیجے میں سائنس وٹیکنالوجی اور لادینیت کی قوتیں کامیاب ہو چکیں ہیں جو فطرت کے مقدس وصف کے خاتمے اور مابعد الطبیعیات کو بھولنے کی اس بنیاد پر مبنی ہیں جو تنہا واضح کر سکتی ہے کہ انسان کون ہے اس کے حقوق محدود کیوں ہیں اور وہ زمین وآسماں (بہشت) میں برزخ کیوں ہے اور اپنے انسانی شرف کی وجہ سے وہ زمین اور اس پر موجود مخلوقات کا خلیفہ کہلاتا ہے۔

اب یہ پوچھنا ضروری ہے کہ اسلام کی فطری نظم وضبط سے متعلق روایتی تعلیمات جیسے کہ ان کا خاکہ اوپر بیان ہوا اگر ابھی بھی زندہ ہیں تو وہ اسلامی دنیا سے آنے والی ان آوازں میں نمایاں کیوں نہیں جو مغرب میں غور سے سنی گئیں ہیں اور سنی جاتیں ہیں ماحولیاتی تباہی کو روکنے کے لیے عملی طور پر پر اثر کیوں نہیں ہیں اور ایسا کیوں ہے کہ ماحولیاتی بحران دنیا کے دوسرے حصوں کی نسبت اسلامی دنیا کو کم شدت کے ساتھ درپیش ہے۔سب سے پہلے اسلامی دنیا کی ان آوازوں کی طرف چلتے ہیں جسے مغرب نے گذشتہ ڈیڑھ صدی میں غور سے سُنا ہے اور اب بھی سنتا ہے اور اسی ہی کے ذریعے فطری ماحول کے اسلامی موقف کی تعبیر کرتا ہے۔

پچھلی ڈیڑھ صدی کے دوران اسلامی دنیا سے اٹھتی دو بھرپور آوازیں جنہیں مغرب میں سنا گیا: نام نہاد بنیاد پرست اصلاح پسندوں اور جدت پسندوں 10 کی آواز۔ اول الذکر مکتبہ فکر میں وہابی اور سلفی شامل ہیں جو مغرب کے خلاف کھڑے روحانی قانون کے قابلِ حرمت کردار کا دفاع کرتے ہیں اور ایک ایسے سماج کی بحالی نو کی تلاش میں ہیں جس میں یہ قانون مکمل طور پر بخوبی لاگو ہوگا۔ سب سے پہلے اس نظریے کے حامی مغربی ٹیکنالوجی کے مخالف تھے جیسے کہ اس صدی کے پہلے عشروں میں وہابی فکر کے طرف دار اور معاون عرب کے سعودیوں کا رویہ دیکھا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ مخالفت عقلی وذہنی سے زیادہ قانونی ہے۔ ان تحریکوں کا روایتی اسلام کے فلسفہ فطرت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی کے تنقیدی علم جو کہ مذہبی فکر سے متاثرہ نظریاتِ فطرت پر جدید سائنس اور ماحول پر جدید ٹیکنالوجی کے تباہ کن اثرات کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کے بغیر ہی شریعہ کے اصولوں کے مطابق ماحول کو خاطر میں لاتیں ہیں۔ مزید براں وہ مغربی نوآبادیاتی اور استعماری اثرات سے نبرد آزما ہونے کے لیے اتنے منہمک ہوگئے تھے اور قدرتی ماحول کے لیے فکر مند ہونے سے زیادہ وہ اسلامی سماج کی غیر ملکی افزودگی کے خلاف صفائی کو زیادہ اہم شمار کرتے۔

اس صدی کے دوسرے نصف میں اس خاص گروپ کے بعد میں آنے والے پیروکاروں کی یہ اس علم اور تنقیدی رائے کی کمی تھی جس نے مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی کی کھلم کھلا حمایت اور وابستگی کے لیے راہ بنائی۔ یہ سعودی عرب میں دوبارہ دیکھا جاسکتا ہے جس نے وہابی تحریک کے ساتھ اپنے قریبی تعلقات کو قائم رکھتے ہوئے 1950ء سے آگے تیزی سی بڑھتی ہوصنعت کاری کو اختیار کرنا شروع کیا وہاں ماحولیات کے لیے فکرمند ہونے کو لیکر حقیقت میں یہ ابھی حال کے زمانہ تک بھی ایشو نہیں بنا۔

دوسری آواز جو کہ جدت پسندوں کی ہے جس نے انیسوی صدی کے اوائل سے مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی کا بھرپور اظہار کیا۔ 1978ء میں نپولین کے ہاتھوں مصر کی شکست جس کی پیروی میں خلافتِ عثمانیہ اور یورپی طاقتوں سے ایرانیوں کی پسپائی اور انیسوی صدی کے ابتدائی عشروں میں برطانیہ کی ہندوستان کے خلاف فتح نے اسلامی دنیا میں بحران کی طرف راہنمائی کی جو نہ صرف کہ سیاسی بلکہ مذہبی اور ثقافتی بھی تھا۔ سیاسی رہنما جیسے مصر کے محمد علی نے اپنے طلباء کو مغربی جنگی فنون سیکھنے یورپ بھیجا۔ جدید مفکرین نے نہ صرف کے مغربی سائنس وٹیکنالوجی کو قبول کرنا شروع کیا بلکہ اسے عملی سطح پر بے حد محبت اور احترام دیا جسے انہوں نے مغرب کی طاقت کے طور پر دیکھا۔ ہندوستان میں سرسید احمد خان سے مصر میں محمد عبدہ تک، ترکی میں ضیا گوکلپ سے ایران میں سید حسن تقی زادے تک جدت پسندوں نے مغربی سائنس وٹیکنالوجی کی اہمیت پر زور دیا جو کچھ غلط نہیں کرے گی بلکہ مسلمانوں کی مادی اور روحانی مسرت کی طرف رہنمائی کرے گی۔

---

10. This categorization is somewhat simplified for the sake of argument . There are, needledd to say , shades of opinion and certain certain amount of diversity in each category although the general characteristics of each voice as outlined below holds for members of category in question.

ا

یک شخصیت جیسے جمال الدین افغانی بلاشبہ مغربی سائنس کو اسلامی سائنس کے مساوی شمار کرتے ہیں یہ بات جو تاریخی اعتبار سے وزن رکھتی ہے لیکن کم ازکم یہ کہنے میں حرج نہیں کہ مغربی سائنس اس کی فلسفیانہ ساخت کو قبول نہیں کرتی۔ ایک صدی سے زیادہ عرصہ سے کمرہ جماعت میں اساتذہ حتی کہ مساجد کے منبروں سے وعظ کرتے مبلغین نے مغربی سائنسی علوم اور ٹیکنالوجی کی مدح سرائی کرتے اس کی فوقیت اور مہارت کو ایک مذہبی فریضے جیسے عمل کے طور شمار کرتے ہوئے اس نقطہ نظر کو دہرایا۔

اگر اِدھر اُدھر کوئی اختلافِ رائے رکھنے والی آوازیں تھیں جیسے ایران میں سید احمد کسروی 11 جنہوں نے کھلے عام مغربی سائنس اور ٹیکنالوجی کو تنقید کا نشانہ بنایا لیکن انہیں جدت پسندوں کی طرف سے علم دشمن قرار دیکر رد کر دیا گیا۔ اس اثناء میں دوسری بہت سی روایتی اسلام کی آوازیں جو نہ صرف کہ قانونی بلکہ خاص کر دانشمندانہ جہت پر قائم رہیں لیکن مغرب میں ابھی زمانہ حال سے پہلے کم ہی سنی گئیں ہیں۔

شاعر ابھی بھی فطرت سے روایتی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور جنہوں نے خود کو اسلام کے باطنی پہلو کے لیے وقف کیا وہ ابھی بھی تواتر کے ساتھ کائنات کا تفہیم اور رمز کشائی کی متقاضی کتاب کے طور پر اس کی نشانیوں کے باطنی معانی میں داخل ہوکر مطالعہ کرتے ہیں۔ لیکن ابھی حال تک بھی مغرب نے بمشکل ہی یہ آوازیں سنی ہیں۔ کبھی کبھار محمد اقبال جیسے شاعر مغرب میں اچھے سے جانے جاتے ہیں لیکن وہ اس طرح کے شاعر نہیں جو بنیادی طور پر فطرت سے محبت کے گیت گاتے ہوں۔ جہاں تک خاص کر اقبال کا معاملہ ہے وہ مسلم ملت کے عصری مسائل میں اتنی شدت سے مستغرق تھے اور انیسوی صدی کے یورپی فلسفے سے اتنے زیادہ متاثر تھے کہ خالصتاً ارضی انسان کے کبھی نہ ختم ہونے والے مطالبات جس سے کوئی انسان سیر ہوسکتا ہے فطرت سے وہ سارے کا سارا پھل حاصل کرتے ہوئے اس پر تسلط اور قوت کی بجائے علمِ فطرت جو فطری زندگی پر غور و فکر اور روحانی پختگی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اس پر زور دینے سے قاصر رہے۔ اب بھی حتی کہ اس معاملے میں نثر کے بجائے اُن کی شاعری میں کبھی کبھار کوئی فطرت کی طرف جھکاؤ کے رویے کی جھلک دیکھ سکتا جو قران کے واضح پیغام کے مطابق صوفیا اور مسلم فلسفیوں نے صدیوں میں پروان چڑھائی ہے۔

کسی بھی حالت میں اپنی فہم و دانش کی جہت میں اسلام کی روایتی آوازوں کی قدرتی ماحول اور فطرت کے اصلی اور حتمی معانی سے متعلق اسلامی عقیدے کی گونج مسلم دنیا میں سنائی دیتی ہے تاہم اب وہ ایک غالب آواز نہیں۔ نہ ہی مغربی دنیا یہ آواز کی سنی گئی ہ جس نے زمانہ حال تک تقریباً مکمل طور پر اپنے مطالعے کو اسلامی دنیا کے اصلاح پسند بنیاد پرست اور جدت پسند تک مخصوص کیا جو دو مخالف گروہ ہیں جنہوں نے پچھلے کئی عشروں سے بہت سے معاملات پر ایک دوسرے کے اختلاف رکھتے ہیں لیکن دونوں نے جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کو آنکھیں بند کر کے قبول کر لیا اور اس اندھا دھند قبولیت میں وایتی اسلام کے سائنس پر موقف کو یکسر نظر انداز کیا اور سائنس اور فطرت سے متعلق روایتی اسلام کے موقف سے بھی صرفِ نظر کیا۔

------

11. سید احمد کسروی 1946 میں فوت ہوئے۔ آپ کے بہت نظریات روایتی اسلامی نقطہ نظر سے مطابقت نہیں رکھتے تھے لیکن آپ غالباً پہلے مسلمان مصنف تھے جنہوں نے یورپین سائنس اور ٹیکنالوجی کے سماج پر اثرات کو بڑی تفصیل سے تنقید کا نشانہ نہ بنایا۔

جیسا کہ ماحولیاتی بحران ایک اہم عالمی مسئلہ بن چکا ہے بہر کیف روایتی اسلام کی آواز ابھی سے زیادہ واضح طور پر اور پر زور انداز میں سنائی دینا شروع ہو چکی ہے۔ یہ وہ آواز ہے جس میں اسلام کی ہزار سالہ حکمت و دانشمندی بولتی ہے اور اس کی سائنس کا قدرتی ماحول کے لیے جو برتاؤ ہے وہ اس بات پر زور دیتی ہے کہ موجودہ ماحولیاتی بحران میں مذہب کا نہ صرف کہ اخلاقی بلکہ اعلی فلسفیانہ سطح کا عقلی کردار ہے جو جدید سائنس کی مطلق العنان اور اجارہ دارانہ دلیل کہ علم کے فطری دائرِ عمل میں وہی (عقل) معقول صورت ہے کا گہرا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے

جیسا کہ پہلے بیان ہوا ہے کہ اسلام کے فطرت کے لیے مذہبی طور پر شفیق و ہمدردانہ اور مثبت رویے کے باوجود بھی اسلامی دنیا کو ماحولیاتی بحران سے بچانے میں سائنسی سطح پر کامیاب نہ ہونے کی عملی وجوہات بھی ہیں۔ ان وجوہات کا تعلق مغرب کے عالمی غلبے سے ہے اور نہ صرف کہ مسلمانوں نے بلکہ جنہیں غلطی سے "تیسری دنیا کے ممالک" کہا جاتا ہے اس غلبے کے معاشی نتائج کو سر کرنے کی ضرورت محسوس کی۔ یہ ضرورت بہت سے براعظموں تک تجاوز کرتی ہے اور اسلام کے مصر' بدھ مت کے تھائی لینڈ' ہندمت کے ہندوستان اور عیسائی مت کے ایتھوپیا میں دیکھی جاسکتی ہے۔ یہ عالمگیری احتیاج جو ہر جگہ علم کے لیے روح بیچنے والی (فاؤسٹ) سائنس کا ممنوع پھل تلاش کرتی ہے عمومی انسانی فطرت پر مستزاد ہے شنٹو۔ بدھ مت جاپان کی فطرت کے لیے شاندار تحسین اور امریکی انڈین باشندوں (ناویجو) کی قوم کی فطری اور خلقی ہیئتوں کی معنویت کی ناقابلِ یقین روحانی بصیرت ان کے قدرتی ماحول کی تباہی کی وجہ بن چکی ہے جو تقریباً اُتنی متاثر ہوئیں ہیں جتنا کہ اس سے پہلے کے کمیونسٹ' ہمیشہ سے کیتھولک پولینڈ' نصف لادینی نصف عیسائی مشرقی نیو جرسی کو متاثر دیکھتا ہے۔ یہ حقیقت کہ ماحولیاتی انحطاط سے متاثر قاہرہ اور کراچی فطرت سے محبت اور تحسین پر مشتمل روایتی اسلامی عقائد کو ٹوکیو کی آلودگی کے کیوٹو کے مہایان بدھ مت کے باغات کی روحانی اہمیت کی نفی سے زیادہ رد نہیں کرتا۔

معاشی اور سیاسی عوامل جو مسلمانوں کو ماحول سے متعلق اپنی روایتی تعلیمات کیطرف زیادہ توجہ دینے سے روک چکے ہیں بہت پیچیدہ ہیں اور اور الگ الگ برتاؤ اور علاج کے متقاضی ہیں۔ یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ جب دریائے ہڈسن کی آلودگی پرتگالی جزیرے ایزورز میں ناپی جاسکتی ہے' جب کہ ہر پیدائشی امریکن بنگلہ دیش میں پیدا ہونے والے ہر مسلمان سے سینکڑوں گناہ زیادہ خام حالت میں موجود اشیاء ضروری کا استعمال کرے گا' جب مغرب خام حالت میں موجود اشیاء ضروری سے متعلق حکمتِ عملی اور متعدل توانائی کے استعمال کے ذریعے اپنی ضروری اصلاح سے انکار کرتا ہے اور بجائے اس کے دنیا کے ایک دوسرے حصے میں "مغربی طرزِ زندگی" کے ذریعے چڑھائی کرتا ہے جس کا اس سیاق وسباق میں مطلب آنے والی نسلوں کے لیے ان اعمال کے نتائج کے بارے میں سوچے بغیر توانائی کا بے جا استعمال ہے تب یہ سمجھنا مشکل نہیں ہونا چاہیے کہ موجودہ دور میں ماحولیاتی مسلے کو اسلامی دنیا میں کیوں زیادہ فوقیت نہیں ملی۔

مزید یہ کہ مغربی ٹیکنالوجی کی جدت پسندی اور تحصیل پر سوال ہے جواب تک قدرتی ماحول کے لیے بہت تباہ کن ثابت ہو چکی ہے۔ اسلامی دنیا مسلسل بدلتی ٹیکنالوجی کی وصول کنندہ ہے جو لگاتار ایجادِ نو کے ذریعے اپنے غلبے کی ضامن ہے۔ اس بات کا ذرا سا بھی امکان نہیں کہ معاشی دباؤ کے بغیر کم سے کم ماحولیاتی اثر کے ساتھ موجودہ ٹیکنالوجی کو اپنایا جائے جو زیادہ تر اسلامی ممالک کے لیے نا قابلِ برداشت ہے ۔مغربی ٹیکنالوجی کے ''معیار تک پہنچنا'' جو بہت سی مسلمان حکومتوں کا یہ نصب العین ہے ممکن ہے ایسی ٹیکنالوجی کی وجہ سے حاصل ہونے والی کامیابی محض ماحول کے لیے شدید طور پر مضر اور جاہرانہ تباہی کے دائرہ کو وسعت دے گی جیسا کہ جاپان' کوریا اور تائیوان کا معاملہ شہادت دیتا ہے۔ جب سے صنعتی دنیا میں شامل ہوئے ہیں ایسے ممالک ماحولیاتی اعتبار سے محفوظ پناہیں نہیں ہیں۔ حیرانگی ہوتی ہے کہ نائیجیریا سے انڈونیشیا تک توانائی کی ایک جیسی مقدار کے خرچ سے اور نام نہاد ترقی یافتہ ممالک کے شہریوں کی طرف سے خام مال کے ایک جیسے استعمال نے کرہ ارض کی حیاتی کے ساتھ کیا ہوا ہوگا۔

عملی سطح پر جہاں تک اسلامی دنیا کا تعلق ہے آخر میں ایک اور اہم قابلِ ذکر عنصر ہے۔ مغرب کا نوآبادیاتی تسلط نے نہ صرف معاشی استحصال عمل میں لایا بلکہ دوسرے درجے کی مغربی ٹیکنالوجی کو بھی متعارف کروایا۔ جس کے نتیجے میں بہت سے اسلامی ممالک نے لادینی بیلجین' فرانسیسی اور برطانوی قوانین وضوابط کے حق میں اپنے روحانی قانون یا الشرعیہ کو ماحولیات سے متعلق اس کی بہت ساری تعلیمات کو زیادہ تر ترک کر دیا جن میں فطرت کے متعلق کچھ بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور یہاں تک کہ اگر ماحول سے متعلق کوئی قوانین مغرب سے درآمد شدہ نئے لادینی قوانین کے بنیادی ڈھانچے کے تحت پاس ہوئے بھی تھے تو مذہبی اعتبار سے ان میں کوئی وزن نہیں ہے اور وہ اس اخلاقی سوچ بچار سے مطلق عاری رہے کہ مسلمانوں کے لیے جس کا واحد سرچشمہ اور ماخذ اسلامی الہام اور وحی ہے۔ بہت سے اسلامی خطوں میں قانون کی معنویت میں اس تبدیلی نے لوگوں کی بڑی تعداد کا دیہاتا ور مضافات سے شہری علاقوں کی طرف اس کی متلازم ثقافتی نظم وترتیب میں خلل کے ساتھ ہجرت میں اضافہ کیا جس نے اسلامی شہروں کے خاص گروہوں میں ماحولیات سے متعلق روایتی اسلام کی تعلیمات کی ترویج میں ایک بڑی رکاوٹ پیدا کی۔ مشرقِ وسطی کے بہت سے بڑے شہروں میں گھریلو جانوروں اور درختوں کی طرف سنگدلانہ رویوں کے موجود ہونے جیسے عوامل کے شواہد دیکھے جاتے ہیں جس میں بہت زیادہ غربت بھی ان علاقوں میں شامل ہے۔

جو اِن عوامل سے بہت زیادہ متاثر ہیں اُن کے لیے قدرتی ماحول کو محفوظ رکھنے کا مسلہ زندگی کے فوری معاملات سے بہت زیادہ الگ اور علیحدہ دکھائی دیتا ہے جبکہ بہت سیاسی لیڈر اسے صرف ثانوی اہمیت کے درجے پر سمجھ کر خارج کر دیتے ہیں۔ اس کے برعکس اپنے ملک میں اُدھم مچانے والے شواہد کے باوجود اسے محض مغربی مسئلہ گردانتے ہیں۔

بے شک ماحولیاتی مسئلہ مغربی نہیں عالمی بحران ہے۔ اور اگر چہ مسلمانوں نے بہت سے خطوں میں بغرضِ ماحولیات اپنے غافلانہ رویے سے خود کو خطرے میں ڈال لیا ہے

جبکہ صنعتی اعتبار سے اعلیٰ سطح پر ترقی یافتہ ممالک پورے خطہ ارض کے جانداروں کی حیات اور ماحول کے لیے خطرہ ہیں تو اسلامی دنیا کے لیے یہ قطعی لازمی ہے کہ اس مسلے کا سنجیدہ انداز 12 میں مقابلہ کرے۔ سب کے لیے یہ سمجھ لینا بھی بہت اہم ہے کہ جب سے ماحولیاتی بحران عالمی مسئلہ بنا ہے یہ عالمی توجہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اسلامی دنیا کو لازمی طور پر اپنی علمی (عقلی) اور اخلاقی روایت کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مسئلے سے نمٹنے اور اس پر اثر انداز ہونے کے لیے اپنے فرض کو حد درجہ تک بجالانا ہے ایسے ہی مغرب کو لازمی طور پر سمجھنا چاہیے کہ فطرت اور قدرتی ماحول سے متعلق اسلامی روایت میں حکمت موجود ہے اور جو مغرب میں دینیاتِ فطرت کی تشکیل نو کی جستجو رکھنے والوں کے لیے بہت اہمیت ہو سکتی ہے۔

اس نقطہ پر جہاں تک ماحولیاتی بحران کا تعلق ہے کچھ عناصر کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے جو آج اسلام کی صورتِ حال کو مغرب سے ممتاز کرتے ہیں۔ مغرب میں عیسائی دینیاتِ فطرت کی معاشرے میں تشکیل نو کی ضرورت ہے جس میں کئی صدیوں سے مذہبی عقیدہ کمزور ہو چکا ہے اور جہاں عیسائی دینیات نے عالمِ فطرت سے دست بردار ہو کر اسے سائنس کے حوالے کر دیا ہے اور قدرتی ہیئتوں اور مظاہر کی مقدس جہت کی طرف کوئی سنجیدگی دکھانے سے دور اور الگ رہی۔ انسان کے بشر پرست تصور کو معزول کرنے کی ضرورت ہے جس نے انسان کو تقریباً ایک الوہی رتبہ دے دیا ہے جو اشیاء کے اصول اور قدر کا تعین کرتا ہے اور وہ تمام فطرت کو اپنی ذاتی مفاد کے نقطہ نظر سے دیکھتا ہے۔ اس معزولیت کا مطلب انسان کی ایسی قسم کی موت ہے جو فطرت کو تقریباً جبلی نظر سے ایسے دشمن کے طور پر دیکھتا ہے جسے فتح کرنا مقصود ہے اور ایسے انسان کی پیدائش ہے جو فطرت سے محبت کرتا ہے اور اس کی کی عزت کرتا ہے اور فطری سلطنت کے مختلف النوع انواع کو اپنی طرف سے کچھ دیتے ہوئے اس سے روحانی اور جسمانی بقاء حاصل کرتا ہے۔ جہاں تک ماحولیاتی بحران کا تعلق ہے اس جدید مغربی انسان کی موت اور حیات نو سے کم کچھ بھی مصنوعی ہے اور فطری نظم وضبط کی موجودہ لادینی سائنس پر مبنی تعمیری یا کل سازی کا کسی بھی مقدار کا چالاک منصوبہ اس قابل نہیں ہوگا کہ وہ اس سائنس کی اطلاقات سے ہونے والی تباہ کاری سے بچا سکے۔

یہ دیکھتے ہو کہ سیکولر مغربی انسان کا ذہن اور نفسیات فطرت اور فطری آرڈر کے مافوق الفطرت ماخذ سے کتنی گہری سطح پر بیگانگی اور روگردانی کی حامل ہے یہ (مندرجہ بالا) ٹاسک انتہائی مشکل ہے۔

-----

12. سلامی دنیا کے بہت سے ماحولیاتی مسائل اپنے شہریوں کی صحت اور تندرستی سے متعلق ہیں او جس درجے کی اور جس شدت کی آلودگی صنعتی اعتبار سے اعلیٰ سطح پر ترقی یافتہ اقوام نے پیدا کی ہے اس طرح اسلامی دنیا نے عالمی ماحول کو متاثر نہیں کیا۔ اسلامک یا یوں کہہ لیں کہ تیسری دنیا کے ممالک نے خاص اقدامات اٹھائیں ہیں جس کے مجموعی طور پر سارے عالم کے لیے خوفناک نتائج ہیں۔ ان میں منطقہ حارہ کے جنگلات کی تباہی' جدید کیمیاء کی پیدا کی ہوئی حشرات کش ادویات کا بے جا استعمال ہے۔ عجیب بات ہے کہ یورپین نوآبادکاری کے بعد پہلی دفعہ صنعتی اعتبار سے ترقی یافتہ مغرب کی بقا اپنے ہی نوابادیوں یورپی کالونیوں کے اقدامات پر منحصر ہے۔

لیکن اس حقیقت میں ایک تلافی کا عمل ہے کہ مغرب میں قوتیں جن کے ساتھ مذہبی اور روحانی عناصر نے مقابلہ کرنا ہوتا ہے وہ زیادہ تر خود مغربی تہذیب کے باہر سے نہیں بلکہ اندر سے آتی ہیں کہ جاپان کا معاشی اور صنعتیاتی (ٹیکنالوجیکل) چیلنج اس میں صرف استثنی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی دنیا میں ماحولیات کو متاثر کرتے ہوئے ٹیکنالوجیکل مسائل کا ماخذ اس دنیا سے باہر تلاش کیا جاتا ہے۔

اسلام کے روحانی اور علمی و فکری رہنماؤں کو نہ صرف کہ اپنے مسائل سے بلکہ جاری و ساری چیلنجز جن کا سرچشمہ ان کی سرحدوں سے پرے ہے سے بھی نمٹنا ہے۔ تاہم اسلامی دنیا کی صورت حال میں یقیناً کچھ فوقیت رکھنے والے عناصر موجود ہیں۔ وہاں مذہب ابھی بھی بہت مضبوط بنیادیں رکھتا ہے اور ماحولیاتی بحران کو حل کرنے کی جستجو میں کوئی آسانی سے لوگوں کے مذہبی جذبات میں ترغیب پیدا کرنے والی استدعا کرسکتا ہے۔ مزید براں عیسائی اصطلاح میں جسے دینیاتِ فطرت کہا جاتا ہے وہ اسلام میں کبھی بھی نہیں بھولی گئی اور نہ ہی کائنات کے متبرک تناظر کی جگہ خالصتاً مقداری سائنس پر مبنی تناظر نے مکمل طور پر لی ہے جیسا کہ مغرب میں رُوپذیر ہو چکا ہے۔ آخر میں وحی والہام سے مستحکم زندگی کی اخلاقی جہت ابھی بھی مسلمانوں میں مضبوطی سے قائم ہے جو مغربی معاشرے کے بے شک تمام حلقوں میں نہیں مگر بہت سے حلقوں میں زیادہ اپیل کی جاسکتی ہے۔ فطری نظم وضبط کو ایسی انسانیت سے محفوظ رکھنے کی ذمہ داری جو' انسان کون ہے' کی بصیرت کھو چکی ہے چنانچہ روحانی نقطہ نظر سے بے مصرف ہو چکی ہے دونوں جہانوں میں ڈرانے والی ہے لیکن اس ٹاسک کو لازمی جاری رہنا ہے حتی کہ اگر انسانی زندگی کو کہہ لیں کہ کسی صفاتی جہت کا مالک نہ ہو کر بھی صرف قائم رہنا ہے تو اس ٹاسک کو جاری رہنا ہے۔

اخیر میں یہ ذکر کرنا ضروری ہے اسلامی دنیا کو تباہ کن ماحولیاتی بحران کو مدنظر رکھتے ہوئے لازمی کچھ کرنا ہے مغرب کا ایجنڈا دوسروں پر چھوڑتے ہوئے جو خاص طور پر اس سے منسلک ہیں اور اس کے لیے بات کرتے ہیں۔ خارجی عوامل 13 کی طرف سے درپیش تمام رکاوٹوں کے باوجود اسلامی دنیا کو دو وسعت پذیر پروگرامز کو پورا کرنا ہے: پہلا پروگرام فطری نظام کی حکم بحکم رتبہ وترتیب' اس کی مذہبی اہمیت اور اس دنیا میں انسانی زندگی کے ہر مرحلے سے گہری قلبی نسبت سے متعلق اسلام کی دائمی حکمت کو معاصر زبان میں واضح طور پر جاننے اور تشکیل دینے سے متعلق ہے۔ اس پروگرام میں جدید سائنس اور سائنسی رجحان اور طور طریقے کی تنقیدی تحسین کے ساتھ ساتھ روایتی اسلامی سائنس کو لازمی شامل کرنا ضروری ہے جو نہ صرف کہ سائنس کی مغربی تاریخ کا حصہ ہے بلکہ اسلام کی علمی روایت 14 کا جزوِ لازم ہے۔

----

13. مغرب کے سائنس اور ٹیکنالوجی میں غلبے کی وجہ سے ہم آخری لوگ ہوں گے جو مسلمانوں کو اس مسلے پر کچھ نہ کرنے کے لیے نصیحت کریں۔ حتی کہ آج کی مشکل صورتِ حال میں بھی مسلمانوں نے بہت کچھ کیا ہے۔ عہد عصر کے عالمی ماحولیاتی بحران میں جہاں مسلمان ممالک نے زراعت سے فنِ تعمیر تک ماحول کی تباہی میں بہت سے اقدامات سر انجام دیے ہیں لیکن مغرب اپنے تباہ کن اقدامات کی وجہ سے اس بحران کا سب سے بڑا مسبب اور خالق ہے۔

14. See Islamic Life and Thought and Science and Civilization in Islam and can not and can not deal with it in here at any length.

دوسرا پروگرام قدرتی ماحول کے ساتھ تعلق میں اخلاقی سلوک سے متعلق شریعہ کی تعلیمات کی آ گاہی کو وسعت دینا ہے اور جب خود شریعہ کے اصول کے مطابق ضروری ہو تو ان کے اطلاقی دائرے کو پھیلانا۔ مزید یہ کہ آلودگی پھیلانے والے عوامل کے خلاف دیوانی نوعیت کے قوانین پاس کرنا جیسا کہ مغرب میں ہوا ہے اسلامی ممالک کو فطرت کا خیال اور لحاظ رکھنے اور جانوروں اور پودوں کے لیے رحم اور دردمندی رکھنے کے لیے شریعہ کے احکامِ امتناعی کو لازمی بروئے کار لانا ہے اس طرح مسلمانوں کی طرف سے ماحولیاتی قوانین مذہبی معنویت اور اہمیت کے ساتھ نفوذ پذیر ہوتے نظر آئیں گے۔ اسلامی دنیا میں ماحول کے ساتھ اچھے طور طریقے اور مروت پر مبنی سلوک قانونِ ربانی و روحانی کی تعلیمات پر زور دیے بغیر وقوع پذیر نہیں ہو سکتا اگر وہ فطری ماحول کے ساتھ بلا خوف برتاؤ کرتا ہے اور اس کو فقط اک خود سر سفاکی کے ساتھ برباد کرنے کے درپے ہے تو روحِ انسانی کے لیے مذہبی اور اخلاقی نتائج ہے۔

فاضل وقتوں میں ایک نہیں بلکہ بہت سی انواعِ انسانی ہوئیں جس میں ہر کوئی ایک مذہبی اور روحانی اصول کے زیرِ اثر تھی جسے زیرِ بحث تہذیب میں ''اُولوالا امر تصور'' کہا جا سکتا ہے۔ مذہب دینی کلام کے دیگر کل تصورات کے عالم سے متاثر نہیں رہا اس استثنی کے ساتھ کہ مذکورہ اصول ثابت ہوا۔ آج تصورات کی ان روایتی دنیاؤں کی سرحدیں ٹوٹ چکی ہیں اور اُن کو ہم آہنگی تک پہنچنے کے لیے ایک دوسرے کو سمجھنے کی ضرورت ہے جو اصل میں شون کے ایک جملے میں کہ ''انسانی فضا میں نہیں بلکہ ربانی و روحانی کرۂ قائمہ میں'' بیان سے واضح ہونے کو ممکن بناتا ہے۔ اسی اثناء میں تاہم مختلف طرح کی انسانی اجتماعیت کے تقریباً تمام ارکان جن میں کچھ زیادہ برسرِ عمل ہیں کرۂ ارض کی تباہی میں حصے دار اور شریک بن چکے ہیں۔ اسی لیے جو عالمِ روح اور مذہب کے حق میں بولتے ہیں ان کے لیے یہ ناگزیر ہے کہ اکٹھے مل کر باطنی وحدت اور ہم آہنگی کو بروئے کار لائیں جو انہیں عالمِ خاکی سے باہم مربوط کرتا ہے اور سیارے کو اس انسانیت سے محفوظ رکھنے کا سوال ہے جو زمین و آسمان کے خلاف بغاوت میں ہے۔ وہ شخص جو روحانی زندگی کی بات کرتا ہے اس اولین کلیسائے اکبر کی تباہی پر غیر جانبدار نہیں رہ سکتا جو باکرہ و پاکیزۂ فطرت ہے اور نہ ہی وہ خاموشی قائم رکھ سکتا ہے اس تکلیف پر جو سلطنتِ بشر کی مطلق اجارہ داری سے لافانی ہستی کے طور پر انسان خود کو دیتا ہے اور نتیجے کے طور پر اس سلطنت کے ارکانِ کل کہ ارضی بہبود کے نام پر ہر چیز کے ساتھ بے رحمی کا سلوک کرتے ہوئے تباہ کر رہا ہے۔

فطرت کی روحانی اہمیت کیطرف اسلام کی بھی یقیناً ذمہ داری ہے کہ خدا کی باقی مخلوق کے ساتھ امن اور ہم آہنگی کے ساتھ رہنے کی ضرورت میں اپنے مورثین کے ساتھ دنیا کی توجہ مبذول کروانے میں حصہ دار بنے۔

------

15. See F. Schuon, The Transcendt Unity of Religious, Trans. p. Townsend , (Wheaton, Ill., 1984) especially chapter 2.

اسلامی روایت دانش اور فہم وفراست پر مبنی علم اور فطری ماحول سے جڑی محبت کو خاص طور پر محفوظ رکھنے میں دھنی ہے فطرت کی ایک مافوق الطبیعات والہیات جو اپنے کردار کو عظیم الشان کتاب کے طور پر منکشف کرتی ہے جس میں ربانی جاہ وجلال اور حسن وجمال کی نشانیاں کندہ ہیں۔ یہ وحی سے بیخ دار ایک اخلاقیات کی مالک ہے اور ربانی وروحانی قانون کی پابند ہے جسے خلقی نظام کے غیر بشری عالمین کے لیے انسان کے فرائض اور ذمہ داریوں سے سروکار ہے۔ یہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ معاصر زبان میں اپنی روایت کے ان دونوں پہلوؤں میں از سرِ نو جان ڈالے جو عالمِ فطرت کی روحانی اہمیت کی حامل عظیم تر آگاہی کے لیے مردوزن کو بیدار کر سکتی ہے اور اس کی تباہی کے ہولناک نتائج کی طرف رہنمائی کر سکتی ہے۔

جو روایتی اسلام کے لیے آواز اٹھاتے ہیں ان کی یہ بھی ذمہ داری ہے کہ اس ایک مسئلے پر دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ایک مکالمہ جاری رکھیں جو ہر جگہ کے مردوزن سے جڑا ہے۔ دوسروں کو اپنی روایت کی حکمت ودانش میں شریک کرنے اور ان سے سیکھنے سے وہ نہ صرف کہ بڑی حد تک خود اسلامی دنیا میں بلکہ ماحولیاتی بحران کے نتائج کے خلاف مزاحمت کرتے ہوئے ساری انسانیت کے لیے اپنا حصہ ڈال سکتے ہیں۔ جیسے مشرق سے مغرب تک سورج تمام مردوزن پر چمکتا ہے اور رات میں ستارے اپنے باطنی حسن وجمال کو ظاہر کرتے ہیں انہیں جن کے پاس دید کو آنکھیں ہیں چاہے وہ ان کو جاپان' انڈیا' عرب یا امریکہ میں مشاہدہ کریں جب تک وہ بلبل کے نغموں اور گلاب کے حسن وجمال کی تحسین کے تحفے سے نعمت یافتہ ہیں ایسے ہی وہ فطرت سے متعلق حکمت اور اس کی ہمدردانہ پرواکرتے ہیں جو انسانوں سے جڑے ہوئے مختلف مذاہب نے وہ جہاں بھی ہوں انہیں سکھائی ہے۔ قران زور دیتا ہے کہ "مشرق ومغرب خدا سے ہیں" (II 115) یہ بیان مختلف سطحوں کے معنی رکھتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے اور جہاں یہ غروب ہوتا ہے جہاں جنگل زمین کو ڈھانپتے ہیں جہاں ریت کے ٹیلے خالی جگہوں پر لُورلُو رپھرتے ہیں جہاں پُرشکوہ پہاڑ معراء بہشت کو چھوتے ہیں اور جہاں گہرے نیلگوں پانی خدا سے جڑی روحانی لامحدودا اور بے انتہا وسعت کو منعکس کرتے ہیں لہذا سب باہمی مربوط و متعلق ہے۔ تخلیق کے ایک حصے کی تباہی دوسرے حصوں کو اس طرح متاثر کرتی ہے کہ آج کی سائنس اس حقیقت کی گہرائی کا اندازہ لگانے کے قابل نہیں۔ ایسے باہمی طور پر مربوط قدرتی ماحول جس میں تمام انسان رہتے ہیں یہ تمام مردوزن کو ہر جا اکٹھا رکھتا ہے ایک روحِ ربانی میں جو مختلف طرح سے وسیع اور پیچیدہ بحر انسانیت میں اپنی تجلی صادر کرتی ہے نہ کہ ایسا لا اَدری انسان پسندانہ نقطہ نظر جو انسان سے روحانیت کو مار دیتا ہے اور عالمِ فطرت میں منعکس ہونے والی روحانی تجلیات پر پردہ ڈال دیتا ہے۔

روحِ ربانی اور اس کی تجلی کی بازیافت پہلا ناگزیر قدم ہے۔ عالمِ فطرت میں روحِ ربانی کی تجلی دیکھنا اس کا قدرتی نتیجہ ہے۔ انسان روحِ ربانی اور عالمِ فطرت میں رشتے کو پھر سے دریافت کرنے اور سب سے اعلی کاریگر فنکار کے تخلیقی کام کے مقدس پہلو سے ایک بار پھر آگاہ ہونے کے سوا قدرتی ماحول کو اور کسی طرح سے نہیں بچا سکتا۔ اور انسان خود اپنے باطن کے روحانی پہلو کے ادراک کے بغیر عالمِ فطرت کے متبرک رخ اور بالا آخر ذاتِ اقدس کی ایسی آگاہی نہیں حاصل کر سکتا۔

جدید انسان کے روحانی مرض کے علاج اور عالمِ روحِ ربانی کی بازیافت کے بغیر ماحولیاتی بحران کا حل نہیں آ سکتا جو رحم دل اور ہمدرد ہونے کے ناطے ہمیشہ ان کے جو کھلے دل سے وصول کنندہ ہیں اپنی قوت حیات پیدا کرنے والی روشنی سے نوازتی ہے۔ عالمِ فطرت کی انسان کے لیے فیض وسخاوت اور فراخ دلی اس حقیقت کی گواہی ہے کہ انسان نے عالمِ فطرت کو تباہ کرنے کے لیے جو سب کیا اس کے باوجود وہ ابھی بھی زندہ ہے اور اپنے وجودی مرتبے سے صادر ہوتی محبت اور ہمدردی کی تجلیات منعکس کرتی ہے حکمت اور طاقت جو بالآخر عالمِ روحِ ربانی سے ہے۔ اور ایسے بے نظیر اور بے مثال تناسب کے بحران میں یہ عالم فطرت ہے جو خدا کی اولین تخلیق ہے جس کا کہا حرفِ آخر ہوگا۔